رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳



توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں جھوٹی خبریں نہیں ہوتیں، مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے تکے مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی۔ اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور مسروقات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت۔ رائے کی اصابت بے روے و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر کیجیے۔ انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتوں سے ملک کی خدمت کر رہا ہے نمونہ کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں۔ اور دوسرے پرچے میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ ما بخیر شما بسلامت۔ بنا بر یں ایسے مشہور یکتا و یگانہ پرچہ کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دینا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ غپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط نے پرچہ پا رسند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کی جاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاکخانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔ منیجر اپنی تحریر کے بجز جوابدہ نہیں۔

(۹) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہوں گے وہ شائع نہونگے اور اُن کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو فقط۔

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۴ — مضامین غیر — نمبر ۳۰

بابتہ ۱۰ اگست ۱۹۲۶ء

مقصود ہے مدود ہو لیکن یہیں ہے
خوارہ جان کو نہ ملائی لطف تھی
خوارہ خیال کے ممکن یہ نہیں ہے
سب لوگ پکار رہے نہیں ہے سونڈ کا ہاتھی

راقم — نقاش کرولی

الخفاشیات

گرہ وہ میں دیکھو کوئی کالا
ہو جائے گا مس کے پیچھے
خالی مسیح اس کو سمجھو
خاپنگ کا اسکی دیکھو کرلی
بولی سو پڑھ کے اپنا اخبار
بوسہ بازی کا کھیل کرنے
ستو گلے کالا دیکھ سبد ہی
دو فدوی کو اپنے قدر قدری
ترکِ عشرت میں کرا کے لالا
عورت ہوئی ہر عمل کے قابل
لینے کے دونٹ پر ۔ ۔ ۔ ہیں
کانٹے جو ہوئے فدائے نشتر
چندہ کی ہوئی جو شیخ غیرت
نقاش خفاش ہو کرو اب

بجھواتے ہیں اب کالا
لعنت ہے کہ منہ کا ہے نوالا ؟
قارورہ میں دیکھ لے جو جالا
بولے ہم ۔ ہائے مار ڈالا
چھپتا نہیں چوری اور چھالا
تہذیب کا نام خوب اچھالا
دامان نگاہ خود میلا لا
کہتے ہیں یہ الحمد سے لالا
پیرس بخشنے کا حق نکالے
مردوں پہ نہیں رہا کسالا
سہرا کا ہو گیا قبالا
مجنوں کا نکل گیا دیوالا
لالہ نے دھوتی کو سنبھالا
سب کو ہے بتاتا تا لالا یالا

زمینداری پیچ

ئی زمانہ جو زمیندار حیثیت نہیں ہوتے اپنی زمینداری میں لبنے والوں پر زیادتی نہیں کرتے غریب رعایا کا خون پولیس اور بورڈ والوں کو جب کر حرام ہوتا نہیں بیجا اپنے جا و بیجا حقوق کے بوجھ سے اسکو چور بنا لیتے ہیں کو تاہی کرتے ہیں ۔ اپنی خود غرضی و حرص و آز کی بھوک مٹانے کے لیے انہیں بیلانہ کی سیر نہیں کرتے بیت و لگان اپنی گھر گرستی کوڑیوں کے مول بکوا کر وصول نہیں کر سکتے بات بات پر گالیاں نہیں بکتے جوتے بازی سے عزیز پرستی کرتے ہیں وہ نہیں ہوتے وہ زمینداری کی بلدی سے خارج یا باہر سمجھے جاتے ہیں ۔

باصطلاح قدیم اصلی زمیندار وہ ہے جو آدمیوں کا نشانہ کیا ہو یعنی ظالم اور سفاک ہو آدمیوں کو جان سے مروا ڈالے اور چند بے چارے کی ملکیت پر بزور بازو قبضہ کرے اور کوئی دم نہ مار سکے اسکی نیت اور ارادہ قانون پر غالب ہو اسکی حرکات و سکنات کے مقابلہ میں حکومت کے سارے پرپرزے معطل ہو جائیں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ حکام وغالی گورنمنٹ سبھی پیں ہوں اسکے ستائے ہوئے مظلوموں کی فریاد عدالتوں میں بیکار ہو جائے کسی زمیندار کا ان صفتوں سے متصف ہونا قریب قیاس ہے نیک کے مقابلہ میں اسکی ضد پہ مجبور ہے تازگی و طراوت بخشنے والے گل کے ساتھ آنکھوں میں کھٹکنے والے کانٹے بھی ہوتے ہیں نیک تھوڑے ہے بہت پھول کم اور خار زیادہ ہونا دنیا میں عام دستور ہے پس ہو سکتا ہے کہ اچھے زمیندار بہت کم ہوں اور برے زمیندار زیادہ ہوں اور ان سے بھی زیادہ برے ہیں ہندوستانی آدمی زمینداروں کی

بے سونڈ کا ہاتھی

ساقی گراب اک جام مے پر خرابات
مے تند ہو اور کہنہ ہو اور ایسی ہو کہ مئے
دے دے تجھے احوال عجب آج سناؤں
احوال یہ سن کر تو سمجھ جائے گا کیسر
ایک شخص سے اک روز ہوئی میری ملاقات
گو دور سے دیکھے کوئی ان کا قد و قامت
رنگت ہے سیہ لیکن لگاتے ہیں وہ پاؤڈر
مردوں سے بھی وہ کرتے نہیں آنکھیں کبھی چار
معلوم ہوئی شرم کی یہ علت اصلی
کہتے ہیں مگر سب سے کہ اک گئی بی بی
جس وقت ازل میں ملت قد پہ ملی

گھنٹوں کا پیاسا ہوں مجھے خوب پلا دے
غرہ کو یوں ہوش نہ آئے مجھے تا صبح
میں آپ ہنسوں اور تجھے خوب ہنساؤں
ہے بہت سادہ قصہ کہانی سے عجب تر
اور یہ خبر بھی ایسی کہ وہ آنے لگا دن رات
سمجھے یہی ہے شب کو آ پہنچے یہ فرکت
تا پپ سا چہرہ نظر آنے لگا تانہ
اس ڈر سے کہ آ جائے کسی کو نہ کہیں پیار
خوارہ بھی بیکار خزانہ بھی ہے خالی
کرتا نہیں شادی کہ کہاں ہاتھ لگا لیں
پردہ گئے اس جا پہ کہ جتا تھا چار قد

بعدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈا

درخواست دیوانی نمبر ۱۰ بابت ۱۹۲۶ء

رام پھل وغیرہ — دیوالیہ

بنام

جگیشر وغیرہ — قرضخواہان

[illegible]

دستخط منصرم خفا اگھر بزی

مہر عدالت

زمینداری میں رہتے بستے ہیں انکو اچھی طرح رہتے ہیں انکے کردار اپنی آنکھوں سے روز دیکھتے اور کانوں سے سنتے ہیں اسکے باوجود بھی دیجانب کے دعوے کے بطلان میں گلی محمد نے لگا کر ایسے زمینداروں کرہمت اکثی ازمل بھاتی کرسکتے ہیں یا وہ گولی اور سخن پروری کیلئے ہمت گنجائش ہو۔

خلا :۔ اجی واہ یہ بات آپنے کیا کہی کہ شیخ جی کرنا صاحب مشہور یا آپ کو معلوم نہیں ہے تیس برس کا ذکر ہے کہ ایک دن شیخ جی کا سائیس گھاس لیتے جارہا تھا راستہ میں یہ حضرت بھی مل گئے۔ سائیس سے حال وال پوچھا کہیں زور میں کہہ گئے کہ شیخ جی نے آنکھیں بند کرلی ہیں ریاست کا وارث ہی مالک ہے سائیس نے آکر شیخ جی سے جڑدی اسوقت تو وہ چپ ہو رہے لیکن بات دل میں انڈے بچے دیتی رہی اب پرسوں انھوں نے اُس مکان کا بیعنامہ اپنے نام کرالیا اور گئے رجسٹری کرانے ادھر شیخ جی کے ۲۰۔۳۰ آدمی بھیجکر اسپر قبضہ کرلیا اور کہدیا کہ ہماری زمین میں ہے اسکے مالک ہم ہیں اب یہ جو رجسٹری کرکے پلٹے اور یہ قصہ دیکھا تو آنکھیں اور آئی عقل گئیں شیخ جی کے مقابلہ کی کیا ہمت پڑتی خوشامدیں کرتے رہے یاروں نے شیخ جی کو جنگ پر چڑھا دیا کہ وہ مشترک مکان نہ دینگے کسی کا روپیہ گھاس کوئیں میں گیا تو انکی جوتی سے جانیئے کہ میں شیخ جی کا قصور کیا ہے بھیا کوئی اپنا گھر لٹائے دیتا ہے تو پھر آپ کون ہیں۔ اسی طرح سائیس سے انکی اس رنڈی کا بھی ذکر کرو یا جو ڈیڑھ سو بیگھ پائی ہے اجی بھلا سا نام ہے اسے دیکھیے۔۔۔ ہاں ہاں۔ کرلیا جان اشرف کا پھرا کرتے اور ہوئی ملی تھی کہ دلا بھی نرخ شیخ جی جل گئے پھر جانی جس کا جی چلنے لگا [illegible] ہنسے لگا؟

یانے۔ ہاں ہاں میاں جار رفتار ہی اس قابل ابھی پرسوں بازار میں ٹھاکر صاحب کے سپاہی سے الجھ پڑا ٹھاکر صاحب کو معلوم ہوا تو سپاہی کو ڈانٹا پھٹکارا کہ تم چار کی باتیں سن کر چپکا کیوں چلا آیا مارے لاٹھیوں کے ڈھیر کیوں نہ کردیا ہم پھر دیکھ لیتے ۱۰۔۲۰ ہزار خرچ ہو جاتے اور کیا ہوتا وہ تو کہیے اُس روز وہ تھے نہیں ورنہ ٹھاکر صاحب کا غصہ آپ جانتے ہیں



"بس بس رک جاؤ۔"
خلاف رائے سلطان رائے جستن — بخون خویش باشد دست شستن
"اے واہ یہی آزادی کا دعویٰ ہے؟"

اگر کہیں مل جاتا تو عجب نہ تھا کہ جان سے مروا ڈالتے۔
اتفاق کی بات تھوڑی ہی دنوں کی چوری کا پتہ نہیں چلا تھی ادھر رنڈی کو جانان کی فکر تھی ادھر ٹھاکر صاحب نے اشارہ کردیا ادھر کیا دیر تھی آج وارد ہوتی آئے اور بہت بڑی ترتیب کے ساتھ میاں کے یہاں سے مال برباد کیا اب بیٹا برس بھی کہتے کہ چھٹے جائیگے تو شک ہو جائیگی ٹھاکر صاحب تینوں بھائیوں کو

بھجوا دیئے تھے لیکن لالہ کے کہنے سننے سے دوبارہ کر چھوڑ دیا بلکہ لالہ کے کہنے سننے کا اظہار بھی جانتے ہو اصلی سبب دو ہیں ایک یہ کہ ۲۰۰ روپیہ بارہ نتھی کے نام سے لیے گئے جنھیں ٹھاکر صاحب اور وہ دو نتھی نے آدھے آدھے بانٹ لیے دوسرا سبب تو چاہے آپ نہ جانتے ہوں اور سے کیا کہتے ہیں۔ اجی۔ وہ دو تو چار جو چھوڑ دیے گئے ہیں انہیں سے ایک کی عورت بڑی طرحدار ہے۔ جناب ہے تو چار لیکن واہ ری چمارن ایسی خوش وضع چمار میں بخشت میں بھی نہ ہوگی حور صدقے اور پری قربان آپ جانیے ٹھاکر ایں رنگیلے۔ اس نے آکے جو رسیلی آنکھوں سے دو تین آنسو گرائے پھر بھلا ٹھاکر کہاں تک پاس نہ کرتے۔

یا :۔ اچھا تو یہ بتایئے کہ دریا میں رہ کے مگرمچھ سے بیر کرنا کہاں کی عقلمندی ہے آپ جانتے ہیں کہ پنڈت جی کچھ ایسے ویسے تو ہیں نہیں رئیس ہیں رئیس۔ یہ ٹھاکر بھی اکڑ میں کوئی [illegible] کبھی [illegible] لگان کا [illegible] بے سبب کہہ بیٹھا وہ پیر دینا دکنے لگا سبب ہوگا تب دونگے۔ ہائیں۔ ایسی سخت بات کہہ گیا بس پنڈت جی نے تین برس کی قبولیا کا دعویٰ کیا ٹھاکر کے ہم نگار کبھی تھی۔ ٹھاکر کے تین برس کی ڈگری ہو گئی تو زمین سے بھی بیدخل ہو گئے اور دوسرا کے لگان بھی دینا پڑا۔ ہو یہ پنڈت جی کو چھیڑنا کبھی اچھا نہیں۔

ان معقول تدابیر اور حکمتوں کو دیکھ کے جو شخص زمینداری کی ملک میری ہیں نہ نکالے وہ بے وقوف ہے۔ یہ وہ کرتوت ہیں جنھیں اکثر ساہوکار ہوتے دیکھ کے ان لوگوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے جو بزرگی کرو میں پر یقین رکھتے ہیں۔

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک گاؤں میں تین کولی بیٹے تھے گھسیٹے جھکا قمر۔
گھسیٹے ایک دن دل میں سوچے کہ رات دن تانا بیجاری کرتے کرتے بیٹھنا نکلا جاتا ہے زمیندار کو دیکھو کا مانہ کا جامنڈلی با جامیں کسی کہتے بیچے

دو لگا لگا دیا۔ بس پھر پانی بھی نہیں مانگا۔ زمیندار کی سبب یہی دو چار سو چلے جاتے ہیں۔ چل کے اس سے زمینداری کا پیچ سیکھنا چاہیے۔ جو اس نے شاگرد کرنا شروع کیا اور سڑے باڑے کی ایسی تیسی۔ ہم بھی زمیندار کے پاس ہاتھ جوڑے اور بچھڑے کے پاؤں پر گر پڑے۔ حضور تمہاری رعیت ہیں تم مائی باپ ہو ہم جیسوں کا ٹھکرا بھی زمینداری کا پیچ بتائے دیو۔

زمیندار نے کان کھڑے کیے۔ پہلے تو سمجھایا کہ تم زمیندار نہیں ہو اس پھیر میں نہ پڑو۔ مگر علم دوست خوش قسمت طالب اپنے ارادے پر قائم رہا۔ تو زمیندار صاحب نے سو روپیہ بسم اللہ نہیں بسم الشیطان پڑھائی کے طلب کیے۔ شاگرد بیچارا سو روپیہ نذرانہ لے آیا۔

استاد: کہو بسم الشیطان الرجیم۔

شاگرد: نے بے دھرم نہ کرو۔ ہم کہہ نہ پڑھب [illegible]

استاد: کچھ احمق ہوا ہے۔ ارے یہ کہے کہ ستر بہ ایسے پڑھے کہیں زمینداری کا پیچ آتا ہے۔

شاگرد نے دھرم ورم تو خیر لیکن سو روپیہ نذرانے کی خاطر بسم الشیطان کا ورد کیا۔ اس کے بعد استاد نے کہا سنو بھائی گھسیٹے! ایک بات یاد رکھو۔ اگر کوئی مقدمہ معاملہ ہو اور حاکم تم سے کچھ پوچھے تو کہو "ستری گدھیا نو من سوت" بس پھر تم سے کوئی نہ جیت سکے گا۔

گھسیٹے بھائی بغلیں بجاتے مونچھوں پر تاؤ دیتے گھر آئے اور آتے ہی دونوں بھائیوں پر [illegible] کہ تم سے بڑا ہی ہے۔ دیکھو ہم جیسے اری پیچ سیکھ لائے۔ ایک ہی افسوس بار بار ہے کہ دونوں بھائیوں [illegible] کہ گھسیٹے بھائی نے یہ پیچ کس اکھاڑے میں سیکھا۔ آپ جانیے جو بندہ [illegible] آخر پتہ لگا کہ زمیندار نے مہربانی فرمائی۔ زمیندار کو تینوں بھائیوں سے ایک سی نسبت تھی۔ پچکا اور تھمو بھی پہنچے اور سو سو روپیہ دے بسم الشیطان و بسم الابلیس پڑھ کے واپس آئے۔ پچکا نے "امانت میں خیانت نہیں کرتے ہیں" اور تھمو نے "اونچ نیچ زمیندار کے پیچ" کا پیچ یاد کیا۔ اب تینوں بھائی [illegible] ہو گئے۔ اپنے اپنے پیچ پر ہر ایک کو ناز تھا۔ چند روز کے بعد زمیندار نے یک گھوڑی اور نو من سوت کی قیمت کی نالش تینوں بھائیوں پر دائر کر دی۔ سمن آیا۔ بیچارے دعا علیہم پریشان تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ زمیندار سے پوچھا۔ "مالک یہ نالش کیسی؟" مسکرا کے کہا "ہم [illegible] اپنے پاس۔"

زمیندار صاحب نے فرمایا "یہ بس وقت ہی رہتے ہیں۔ ابھی ہم نے تم سے تین سو روپے لیے تھے۔ سوچنے والا تم کہتے ہو گے کہ زمیندار نے ٹھگ لیا۔ اسی لیے نالش کر دی اب تم ہمارے بتائے ہوئے پیچ آزما لینا۔"

بات معقول تھی گھسیٹے پچکا تھمو لاجواب ہو گئے۔ پیشی کا دن آیا۔ پکار ہوئی۔

حاکم: کیوں جی ہزار روپیہ کا جو دعویٰ تم پر کیا گیا ہے تم اسے تسلیم کرتے ہو؟

گھسیٹے: حضور۔ ستری گدھیا نو من سوت۔

وکیل مدعی: جناب یہ تو گھوڑی گدھیا ہو ہی گئی۔ لیتے وقت گھوڑی تھی۔ حضور دیکھتے ہیں چالاکی؟

گھسیٹے: یہ چالاکی نہ ہے۔ زمینداری کا پیچ ہے۔

حاکم: تم بتاؤ پچکا۔

پچکا: سرکار۔ امانت میں خیانت نہیں کرتے ہیں۔ [illegible]

وکیل مدعی: دیکھا حضور نے۔ گھوڑی لیتے وقت اقبال کرتا [illegible]

حاکم: اچھا تم بھی کہو جی تھمو۔

تھمو: اونچ نیچ زمیندار کے پیچ۔

وکیل مدعی: گھوڑی لیتے حضور۔ یہ گنوار کتنے ہوشیار ہیں۔ فراڈ کو حضور ہی طے کریں۔ نہیں اقبال کرتا ہے۔

چلیے ڈگری ہو گئی۔ ایک ہی پیچ میں خاندان ختم۔

ہندوستان کے تین مؤقر گروہ ہیں۔ جو بھی زمینداری پیچ میں کسی کے شاگرد ہوئے ہیں اور ایک ایک منتر نے استاد سے سیکھا ہے۔ اسی کس بل پر کود رہے ہیں۔ ایک کہتا ہے "ستری گدھیا نو من سوت" دوسرا کہتا ہے "امانت میں خیانت نہیں" تیسرا کہتا ہے "اونچ نیچ زمیندار کے پیچ"۔ بندہ دو استاد کا نام لیتا ہے نہ شاگردوں کا۔ پڑھنے والے خود ہی ہوشیار اور سمجھدار ہیں۔ وہ خود ہی سمجھیں اور سمجھلیں۔

راقم کج خیال ارودی

اطلاع بنام سپاہیانٹ [illegible]

بعدالت جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر گونڈہ مقام گونڈہ
مقدمہ اپیل نمبر ۲۳ سنہ ۱۹۲۹ء

[illegible]

بنام

[illegible]

اپیل بنام [illegible] جناب [illegible] گونڈہ مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۲۹ء

[illegible] عدالت نے تاریخ [illegible] ستمبر ۱۹۲۹ء واسطے سماعت اپیل کے مقرر کی ہے [illegible] جواب دعویٰ [illegible] یکطرفہ کی جائے گی۔

آج بتاریخ ۲۳ ماہ اگست ۱۹۲۹ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط انگریزی بشیشر پرشاد
منصرم عدالت ڈسٹرکٹ جج گونڈہ

مہر عدالت

وقت حاضری بہ [illegible] ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر گونڈہ [illegible]

چمنستان

بقول بد نصیبوں کے دنیا گویا سنوارنے کا رواج اب زوروں پر ہے لہذا کسی رسالے کی چھپائی کی تعریف بیکار ہے۔ صرف ٹائٹل پیج شاندار جاذب

حکم تجویز دیوالیہ

بمقدمہ نمبر ۱۲ سنہ ۱۹۲۹ء
بعدالت جناب ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈہ
در بارہ اعسار [illegible] بھگت ولد شنکر ساکن شنکر پور پرگنہ [illegible] ضلع گونڈہ۔
درخواست مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۲۹ء سائل بھگت [illegible] مذکور [illegible] اور بعد سماعت عذرات [illegible] حکم دیا جاتا ہے کہ سائل مذکور تاریخ [illegible] دیوالیہ قرار دیا [illegible]
مورخہ ۵ اگست ۱۹۲۹ء
دستخط انگریزی
بشیشر پرشاد منصرم عدالت جج گونڈہ

مہر عدالت

اور تصویر بازی کا شوق جوانی پر ہے گویا جس رسالے میں رنگین تصویریں نہوں وہ رسالہ ہی نہیں۔

امرتسر سے ایک نیا رسالہ "چمنستان" کے نام سے مسٹر محمد افضل خاں اور مسٹر سید ظفر ہاشمی نے نکالا ہے۔ مذکورۂ بالا اوصاف سے یہ بھی متصف ہے۔ اور ہمارے پاس ریویو کی غرض سے بھیجا گیا ہے۔

سید ظفر صاحب ہاشمی زیر عنوان "شذرات" اُس ادبی انقلاب انگیزی کی شکایت کرتے ہیں جو بصورت وبا آجکل پھیلا ہوا ہے ہوائے شہرت ہر کس و ناکس کے دماغ میں فراٹے بھر رہی ہے۔ ہر ایک کہاں سے کہاں کی ہانکنے والا ادیب اور صاحب قلم ہے تو گمنام نئے مواد کی کثرت کیوں نہو۔ ابھی ایک آدھ نظم میں آدمی "جادو نگار۔ سحر بیاں۔ مصور فطرت۔ سخن آفریں۔ خالق جذبات مالک کائنات" بن جاتا ہے اور اندھی دُنیا تسلیم بھی کر لیتی ہے کہ ہاں صاحب تم ایسے ہی ہو۔

شگفتوں خاطر تھا کسی نے اُس سے فصاحت کی حد پوچھی کہا "نقطہ" پھر کہا بلاغت کیا ہے کہا "نقطہ" دونوں جواب معقول ہیں مگر ہمارے زمانے میں فصاحت و بلاغت کی حد کسی قدر زیادہ وسیع ہو گئی ہے۔ ہم سے پوچھیے تو ہم یوں جواب دیں کہ فصاحت نام ہے بے تکے الفاظ کا اور بلاغت ایسے مرکب الفاظ ہیں جنکے معنی بولنے والے کو معلوم نہوں۔ جتنے ادیب آج نامور ہیں اُن میں سے بچانوے فیصدی اسی فن کے ماہر کامل ہیں ہمیں اُمید ہے کہ "چمنستان" کے اڈیٹر ہم سے بگڑینگے نہیں اگر ہم اسی چمنستان کے چند فصیح و بلیغ کانٹے چُن کے اُنھیں دکھائیں۔

ادبی شاہ پارے۔ ذرہ فصاحت کے بلاغت۔ نمک پارہ شکر پارہ قمر پارہ جگر پارہ مشہور ہے جب جسم کی تقسیم ہو سکتی ہے اسکی قوم میں پارہ لگا دینے سے سُننے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ قائل فلاں چیز کو فلاں چیز کا جزو سمجھتا ہے۔ "شہ پارہ" کا تجزیہ فرما کے معنی ڈھونڈھیے۔ معنی دار لفظوں سے بے لفظ مرکب ہے مگر کچھ معنی تو ضرور پیدا ہو جائینگے۔

شام کا جھٹ پٹا شروع ہو چکا تھا۔ شام کا وقت اور جُھٹ پُٹا وقت ایک ہی ہے جھٹ پٹے کے معنی سیاہی و تاریکی نہیں ہیں مگر فصاحت و بلاغت کا تکلف دیکھنے کے قابل ہے۔

مغربی اُفق شفق سے لہولہان تھی یعنی مغربی کے اتصال سے "اُفق" مادہ ہو گیا۔ مزنان خانے کی بہار اس زنانی "لہولہان" ہونے پر اس لیے اعتراض نہیں کہ یہ فقرہ بطور بلاغت استعمال نقشے میں خون خرابے کا تذکرہ ہے۔

گو فردوسی طائروں کے آخری کورس کا راگ۔ اردو موسم میں فرحت ہوا میں سرور سب بیکار ہے جب کہ "مغربی افق" کسی ہم عاشق کی بے اعتدالی کے جلتوں "لہولہان" پڑی تھی۔ ہیچ دھارے میں لہریں اُس معصوم بچے کی طرح جو باوجود قدرت نہ رکھنے کے بار بار گھٹنوں چلنے کی کوشش کرتا اور ناکام رہتا ہے۔ اُٹھ اُٹھ کر اپنے مخرج سے واصل ہو رہی تھیں۔ لہروں کی تشبیہ معصوم بچے سے دی گئی ہے جو گھٹنوں نہیں گھٹنوں چلنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے مخرج (نکلنے کی جگہ) سے جدا نہیں ہو سکتا یعنی جہاں سے نکلا ہے وہیں رہ جاتا ہے۔ حالانکہ لہر اور موج ہمیشہ مخرج سے جدا ہوتی رہتی ہے فصاحت سے بلاغت ہے کی آگئی توبہ۔

پنڈلیاں پانی میں ڈبوے ہوے ایک ناہموار ٹیلے پر بیٹھا ہوا وہ ٹیلا بھی عظیم الشان ٹیلا ہو گا جو سطح دریا سے اتنا اونچا ہو کر بیٹھنے والے کی پنڈلیاں پانی میں ڈوب جائیں۔ اور ناہموار بھی عجیب و غریب ہے جو بیٹھنے والے کے اعضائے زیریں میں چبھتی نہیں۔

چیخ نے عالم سکوت کے ٹکڑے کر دیے۔ چیخ بھی ہے عالم سکوت و عشق مری کا لنگا ہے قطع ہوتے دیکھیں دو میں دو فیر ہوے۔ ایک پانی کے اندر ہاتھ پاؤں مارنے لگا دوسرا اُسی ٹیلے پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ یہ دو فیروں کی تقسیم ہے۔ لطف بیان کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ ہاتھ پاؤں مارتے رہتے پوٹتے فیر نہ دیکھے نہ سنے۔ دو فیروں بہت کام آیا۔ دو فیر ہوتے تو لہروں عاشق کیونکر لوٹ پوٹ ہوتا۔

وجدان بے خودی۔ وہی فصاحت و بلاغت ہے جس کا سکہ ہمارے زمانے میں چلتا ہے۔

معتقدی فطرت۔ اخلاقی جذبات کی دوسری لازمی صفت یہ بھی ہے کہ بڑا الفاظ کیسا ہی مضبوط و محکم ہو مگر اسکی مخالفت فرض ہے مثلاً مسدس میں چار مصرعے ہم قافیہ ہم ردیف ہوتے ہیں بیت جداگانہ ردیف و قافیہ کی آتی ہے۔ اب گنہ بہر وزہ یا خشک و تر چہ گنہ مگر ایجاد بندہ میں بھی تبدل ہو گیا شاعر فرماتا ہے ؎

کتنے ہی بے بدل ہے شہید بلا دو ساعت بیکسی پہ بیکسی ستم
والی بہا ور ال رانجنت بن ہوا ... قسمت لزوم تھا
کی وفائی قسمت انسان نے سے
یعنی کہ تینگ کر لیا اور نظم زیب سے

اس ایجاد میں کوئی خوبی معلوم نہیں ہوئی سوا اسکے کہ چاروں مصرعوں کی مساوات میں جو حسن تھا وہ غائب ہو گیا۔ خیر جناب یونہی سہی بحیثیت لزوم اور تسلسل کے حسن ترکیب کی داد فصاحت و بلاغت دے گی۔

ہر حال اس ریمارک سے ہماری غرض نکتہ چینی ہرگز نہیں بلکہ ہم اڈیٹر صاحب کے ہمدرد ہیں اور ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ اردو کے بُرے دن آ گئے۔ مضمون لکھنے اور اہل قلم بننے کی آرزو تو بہت ہے مگر محنت کرنے اور محنت ہم پہونچانے سے ہر شخص کو نفرت ہے۔ چنانچہ وہ حضرات بھی جو قبل غدر اردو زبان کو کام آ ہو چکا ہے پاک نہ رکھنے کے ارادے میں ہیں اُنھیں بھی صحیح زبان زبان داں سخن سنج مضمون نگار نہ مل سکے اور آخر کار چمنستان بھی مغیلاں زار نظر آیا۔ اے حضرت جب آپ اپنے رسالے کے مضمون نگاروں کی غلطی پر اصلاح نہیں دیتے یا اصلاح کے مجاز نہیں تو یہ چمنستان خارستان ہی رہے گا۔ کچھ توجہ کے لکھنے والے کہاں ہیں ذری اُن کا نام بتا دیجیے۔ مہلے مرثیے ہمارے پیارے لکھتے ہیں اُن میں کیا ہوتا ہے۔ بے رنگ بے نتیجہ تکتے وہ بھی ایسے کہ تیس کی مرتبہ حضرت مضمون نگار متعدد پرچوں میں چھپا چکے ایسی غلط اور بد اصول نظمیں جن کی نہ زبان درست



ٹ دیکھو جی! بہت مشکل کام تمہارے سپرد کیا ہے۔ ہوشیاری ہوشیاری ہوشیاری بس ہماری طرف دیکھتے رہو یہی آزادی ہے۔



معروض ہے۔ "ططا" کا افسانہ [illegible] کا لکھا ہوا افسانہ جس میں
ایک جدید مزید مرد اور ایک بے کار عورت کی گزشتہ
اُسکے خاوند نے کی شکنت [illegible] میں عمل [illegible]
ہے۔ چمنستان میں جگہ دی ادبی بے عنوانیوں کے
ساتھ موجود ہے۔ یا "پہلی" [illegible] افسانہ جس میں کوئی دلچسپی
نہیں یا "جوانی میری" کا عنوان جسکے تحت میں عجیب
غریب رباعیاں درج ہیں اور جو ترتیب کی خوبی سے خالی
ہیں چنانچہ شاعر فرماتا ہے ؎

پھولوں کا اُٹھان ہے جوانی میری
لبریز مئے ہے زندگانی میری
طالب ہے شگفتگی نگاہوں سے میاں
کلیوں کا شباب ہے جوانی میری

رباعی کے چاروں مصرعوں میں کیا لگاؤ ہے۔ پھولوں کا
اُٹھان کیا چیز ہے۔ "لب ریز مئے" کے معنی کیا ہیں برخلاف
دستور شعرا پہلے اور چوتھے مصرعے کا قافیہ ایک ہی ہے۔
اگر اس رباعی کے معنی ٹھیک ہیں تو پھر جو شاعر یوں
کہے اُس پر بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ؎

دل ہی کا کان ہے جوانی میری
پایاب رفو ہے اینچا تانی میری
ہر نقطہ ہے ایسی قطر بیت کا وفور
جگنو کی دُم ہے تحفہ خوانی میری

چار رباعیاں ہیں اور چاروں جناب ایڈیٹر صاحب
کی توجہ سے خالی از لطف معنوی و لفظی۔ ایک جگہ
"ویرانۂ الم" ایک جگہ "پامال کا ترنم" غرض عجیب
و غریب ترکیبیں ہیں۔

کاتب سر پہ موجود ہے کہ لائیے مضمون مگر خالی
ہاتھ بیٹھا ہوں اسلئے مختصراً یہ کہ ایڈیٹر ذی فہم و
ذی استعداد ہو تو اُنکے رسالے کے مضمون نگار بھی
ہموار پر چڑھ کے سڈول ہو سکتے ہیں۔ سچ پوچھیے تو
مضمون نگاروں کی غلطیوں کی ذمہ داری بہت
کچھ ایڈیٹروں پر عائد ہونے کا استحقاق رکھتی ہے۔
جو ایڈیٹر اپنے مضمون نگاروں کو ملامت سے بچانا
چاہتے ہیں وہ یا تو غلط مضمون چھاپتے ہی نہیں
یا خود اُتنی ہی محنت اصلاح میں کرتے ہیں جتنی کہ
لکھنے والے نے تصنیف ترتیب یا تالیف میں اُٹھائی ہے۔

دوسروں پر نکتہ چینی کرتے وقت کم سے کم اتنا
خیال کر لینا چاہیے کہ ہمارا ہاتھ بٹانے والے کو
اس عیب سے خوش نہیں ہیں۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ چمنستان آغوش بہار کی
سدا آباد و سرسبز رہے۔ عیوب کی اصلاح زیادہ دشوار
نہیں۔ ہم تصویروں کے متعلق بھی کچھ لکھنے والے
تھے مگر وقت ختم ہو گیا اور [illegible] نگاہ کے نگران
(کاتب صاحب) کہتے ہیں کہ بس! اچھا جائے
بس۔ بس۔ بس۔ لو لکھو۔

راقم

خاکسار ادارۃ المجلات الادبیہ

اعلان

ہندوستانی ایکاڈمی (صوبہ متحدہ) کی مجلس منتظمہ نے تجویز کیا ہو
کہ اُردو اور ہندی کے اہل قلم کو اس امر کی شرکت کی دعوت
دی جائے کہ وہ اُردو اور ہندی زبانوں میں عام فائدہ کا
لحاظ کر کے مختلف شعبہ ہائے علوم و فنون پر جلد سے جلد کتابیں
تیار کریں۔

ایکاڈمی کا مقصد ہے کہ وہ تین قسم کی کتابوں کی اشاعت
کا انتظام کرے۔

(۱) اُن لوگوں کے لیے مضمون جنہوں نے مغربی طریقہ پر تعلیم پائی ہو
اور وہ اپنی ملکی زبان میں ترقی کرنا چاہتے ہیں۔
اس میں وہ طلبا بھی شامل ہیں جو ثانوی اور اعلیٰ تعلیم
کے سلسلہ میں اردو اور ہندی کی اعلیٰ معیار کی کتابوں
سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

(۲) اُن کے لیے مضمون جو مکاتب اور مدارس میں تعلیم
حاصل کر چکے ہوں اور مختلف شعبہ ہائے علوم و فنون (ادب
و تاریخ وغیرہ) کی کتابوں سے اپنی معلومات میں
اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۳) اس قسم میں وہ کتابیں ہونگی جو عام طور پر عام ناظرین کے
اعتبار سے پڑھی جا سکیں۔

ہر قسم کی کتب میں جو کتابیں تیار کی جائیں گی ان
میں ان لوگوں کے ذوق اور پسندیدگی کا خاص لحاظ
رکھا جائیگا جو قصبات اور دیہات میں رہتے ہیں۔
ایکاڈمی ان کے سامنے سلیس اور سادہ زبان میں
کتابیں پیش کریگی۔

مذکورہ بالا شعبوں اور کتابوں کے متعلق فہرست مضامین
دفتر ہندوستانی ایکاڈمی سے ملے گی۔

جو لوگ کسی کتاب کی تیاری یا کسی فن کے متعلق ایکاڈمی
کے ساتھ اشتراک عمل کرنا چاہتے ہیں وہ براہ کرم تصنیف کے
متعلق اور میعاد وغیرہ کی بابت خط و کتابت کر کے [illegible]
ہیں سکریٹری [illegible]

الہ آباد   سکریٹری ہندوستانی ایکاڈمی

دین و دنیا

دہلی کا یہ رسالہ بھی ریویو کے لیے آیا ہے۔ پہلے بھی
آتا تھا۔ مگر اب ٹائیٹل فرنگی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔
پرستش کے اعتبار سے جتنی کچھ تعریف و توصیف و
تحسین کریں حضرت واہ واہ سبحان اللہ۔ کیا خوب
ہے اپنا گلابی رنگ۔ وہ کالی اور سفید قوس قزح [illegible]
چمکتا ہوا جھنڈا۔ وہ نیلی رنگ کا لاکٹ اور [illegible]
رنگ کی پٹیاں پھر اس لاکٹ میں [illegible] آنکھ [illegible]
اور ابرو کی جگہ سرخ مہرہ کا [illegible] آگے کے
نیچے کھلی ہوئی کتاب اور لاکٹ کے گرد [illegible]
بس ایسی نرالی سج ہے کہ دل عرش عرش کرتا ہے کہیں
طرح طرح رنگ رہے ہیں کہیں چھپا گئی اپنی بہار دکھا رہی
ہے۔ غرض دُکان خوب آراستہ ہے اب ملاحظہ فرمائیے
کہ اس دُکان میں ہے کیا۔ [illegible] حضرت مولانا
خواجہ حسن نظامی مدظلہ کا مبارک مرقع ہے دوست
کی تصویر ہے ہمیں مرغوب کیوں نہ ہو۔ دوسری جانب
بعض اولیا کے روضوں کا نقشہ ہے یہ بھی برکت
سے خالی نہیں۔ اسکے بعد کیفیت بیخودی قدرت سے
التجا ہے۔ التجا میں "تو کون۔ میں کون" کی تکرار کے
ساتھ خالق اور مخلوق کا مقابلہ ہے۔ خالق سے فریاد
کی جاتی ہے کہ تیرہ سو برس اُس طرف تو نے ایک شخص
کو عرب میں پیدا کیا تھا ویسا ہی ایک شخص ہندوستان
میں پیدا کر اور اپنی تمام قوتیں اُسے دے ڈال۔ یہ دعا
یا التجا تو ہے نہیں کسی پیر یا ولی نے ایسی دعا نہیں
مانگی۔ ہاں گستاخانہ حکم ہے۔ حضرت بیخودی اور
مفتی صاحب بیخودی میں اللہ میاں کو اپنا نوکر یا
غلام سمجھنے لگے۔ اور اب [illegible] تنظیم و تقریر سے تعلق رکھے
اُنکی جا۔ پھر اسی بے تکلفی اور بے ادبی کا طوفان۔ "علم و
عمل" کے عنوان سے جو مضمون ہے اُسمیں بھی موجود
ہے۔ ماحصل ان دونوں مضمونوں کا حاصل ہے بلحاظ
معنوی خوبیوں سے دونوں مضمون معرا ہیں لفظی [illegible]
سے کوئی [illegible] نہ رنیا سے کوئی سروکار۔

دُنیا سے متعلق [illegible] کا ہر صاحب گرہی روش و دروش
اختیار کرلی [illegible]

سے بالکل منزہ ہو جائیگا۔ اب تبھی ہونے لگے کی جب نہیں رہ گا گھر چ تک تربت پہنچے۔ وے ہاں! بے تکلفی تو یہی۔

ساحرصاحب کا نمونہ دیکھیے موسیٰ علیہ السلام کی وہ اپنی ذات کو مساوی سمجھتے ہیں:۔

"پھر تو کیے گا وہ پیغمبر تھا کہ کون؟ میں کو گنہگار ہی انسان تھا میں بھی انسان"

مساوی کیوں نہ سمجھیں جب خدا سے معشوقی کی نسبت حاصل ہے۔ اور وہ اس دنیا میں انھیں سے وصل کرنے بار بار آتا ہے۔

"تو عاشق تھا اور میرا تو عاشق تھا ورنہ تجھے اس دنیا میں بار بار آنے کی کیا ضرورت تھی"

پھر معشوقانہ ہٹ ہے جیسے حب معبود کی نسبت سے جدا کیا اور ہمیں جیت ہونے لگی ہے۔

"تجھ سے وہ تمام چیزیں جن کو جو، تو نے آفرینش عالم سے پہلے مشرق (انسان کو دی تھیں واپس لونگا کیونکہ یہ میری امانت اور تجھے یہ سب چیزیں عاریتی ہوگی"

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

عدالت ال مقام لکھنؤ ضلع کانپور

اجلاس مولوی سید [illegible] صاحب سب جج سنٹ کلکٹر [illegible] ضلع کانپور۔

مقدمہ نمبری ۲۲۵ سنہ ۱۹۲۹ء

سرد گوپال [illegible] مدعی

بنام

رام کنوار وغیرہ مدعا علیہ

بنام رام کنور [illegible] حقیقی [illegible] ساکن [illegible] پرگنہ تحصیل لکھنؤ ضلع کانپور۔

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ [illegible] ماہ [illegible] سنہ ۱۹۲۹ء [illegible] بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے واقف ہو [illegible] جواب دہی [illegible] حاضر ہو [illegible]

[illegible]

مسمی [illegible]

آج بتاریخ [illegible] اگست سنہ ۱۹۲۹ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بحکم انگریزی

ان مضامین کے بعد، نشاط لطیف میں گناہ کی لذتیں بیان کی گئی ہیں۔ ہو ایک کا عنوان ہے اعلیٰ ہے یعنی جس نے گناہ نہیں کیا وہ رحمت سے محروم رہیگا لہذا اس نیت سے گناہ کرنا ضروری ہے کہ رحمت حاصل ہو۔ دیکھیے کیسی معقول بات کہی۔ آج تک کسی پیغمبر نے کہی ہوگی۔ یعنی ایک ایسے پیغمبر کی آمد کی ضرورت بھی تھی جو گنہگاری کی دعوت دے۔ فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ چند روزہ قیام میں کوئی حقیقی گناہ سرزد ہونے کی توفیق نہ ہوئی لیکن کچھ وقت گناہ کے ماحول میں ضرور صرف ہوا یہی وجہ ہے کہ وہاں سے واپسی کے بعد جذبات میں نرمی اور لطافت زیادہ ہے چاہتا ہوں کہ ایک اخبار "گناہ" کے نام سے نکالوں"

ایسے ارشادات دین و دنیا کی بھلائی نہ ہوگی لوگ یا تو اس پر عمل کرنے ہوگی جو گنہگاروں کو دھکیاں دیتے دیتے بدلا دیتا ہے۔

دین والوں نے دنیا سر پر اٹھائی ہے کہ گنہگار ہو سے پھر مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں "حقیقی گناہ ایک نعمت ہے" دین والوں کا یہ حال کہ خواب میں بھی گناہ سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔ سر نشانے کہا

سود اگر مالہ مشرفا علی ست — من [illegible] مرگ [illegible]

عالم نے خواب میں کہا [illegible] بول دے بولوں کہ سے

سود اگر ساله مشرف علی ست — [illegible]

الغرض ہم ادعا علان کے ساتھ تمہارے رسالے کی خریداری کی ان بے ادب بے ایمان لوگوں سے سفارش کرتے ہیں جو اپنے

اعلان بابت قرار دیے جانے دیوالیہ

بعدالت جناب ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈا

درخواست دیوالیہ نمبر ۸ سنہ ۱۹۲۹ء

مجانب السناۃ ولسی مساۃ سجو اعرف [illegible] ساکن [illegible] پرگنہ [illegible]

بموجب درخواست مساۃ سجوا عرف [illegible] مذکورہ مورخہ [illegible] سنہ ۱۹۲۹ء اور بعد سماعت درخواست وغیرہ تو حسب ذیل اعلان کیا جاتا ہے کہ مساۃ مذکورہ دیوالیہ قرار دی گئی

مورخہ ۲۰ اگست سنہ ۱۹۲۹ء

دستخط حاکم بحکم انگریزی — مہر عدالت

خدا کو لنگوٹیا یار ایک بے اصول یار و گو سمجھتے ہوں یا اپنی ذات کو ناز پر رسولِ خدا اور شاعری کو جس کا ہم پایہ خیال کرتے ہوں۔ ایسی نظم و نثر ان لوگوں کے کام آ سکتی ہیں اور اولاد تمام و کسی اسد ان کی بوتل میں اپنے اللہ میاں ڈبکیاں لگاتے دکھائی دیں یا جن کا قلم بیہودہ لفاظی کو ادبی ترقی کا ذریعہ سمجھے۔

واضح رہے کہ متذکرہ مضامین اصطلاحات صوفیہ سے خالی ہیں اب یہ تو ترجمہ ہونا چاہیے کہ مستغیر ناتو جو گناہ یا عشق یا لذت کے لیے ہیں وہی معانی یہاں بھی مقصود بالذات ہونگے۔ ان کا عنوان کلام ہرگز ایسا حل نہیں ہوتا کہ کے مفہوم اصلی کی طرف عذر ہن سامع کو جھکا دے۔ یہاں صرف ۔ گناہ استعمال ہے۔

اسی نمبر میں ایک نظم "مناظر ہستی" کے عنوان سے ہے جس میں جلوہ طراز فطرت (اللہ میاں) کا غور نکلت قالبوں میں (خالباً بسبیل تناسخ و تجسیم معاذاللہ) کھلا ڈالاں کھا کا آخری پیمبر کی شکل میں نمودار ہو کے رہ بیٹھا۔ وحدت فی الکثرۃ کی شرح ہے۔ یہ نظم صوفی ملاحظین کے جواہر پارے سے زیادہ مشرح ہے۔ شعر گوئی ہے کہ اس سے مدعیاں حقانیت و انشاء کے نکات سیکھیں کہ بات کرنے کا ڈھنگ آئے۔

بار ہا اعلان کیا کہ ایسی چیزوں کے بارے میں ہماری رائے طلب نہ کیجیے ہماری عادت صاف صاف کہہ دینے کی ہے زمانہ اسی وجہ سے ہمیں نہیں پوچھتی۔

واقف ــــــــــــم ادارۃ التصوف

اعلان بابت قرار دیے جانے دیوالیہ

بعدالت جناب ڈسٹرکٹ جج بہادر گونڈا

بابر درخواست دیوالیہ نمبر ۲ بابت سنہ ۱۹۲۹ء

بمقابلہ ان لوگوں ولسی رام پرشاد ولد رام چرن قوم [illegible] ساکن بڑنا لپور پرگنہ و [illegible]

بموجب درخواست رام پرشاد مورخہ [illegible] سنہ ۱۹۲۹ء اور بعد سماعت درخواست و عذرات تو حسب ذیل اعلان کیا جاتا ہے کہ مسمی رام پرشاد مذکور دیوالیہ قرار دیا گیا۔

مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۹ء

دستخط حاکم بحکم انگریزی — مہر عدالت